جناب اجمل خان خٹک صاحب، ایم این اے
صدر عوامی نیشنل پارٹی

اظہار حقیقت اور چند گلہائے عقیدت

حسنِ تدبر، حسنِ خلق، حسنِ سلوک، حسنِ کلام، بلند حوصلگی، دریادلی محنت شاقہ
رضائے خداوندی، خدمت خلق، اور توکل علی اللہ کا مجسم نمونہ

مفسرِ قرآن شیخ الحدیث، معلمِ ملّت، محدثِ وقت علامۂ عصر بانیٔ دارالعلوم حقانیہ جناب حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ، نہ صرف قرآن و حدیث میں میرے استاذ تھے بلکہ میرے ایسے شفیق اور مہربان، سرپرست تھے جن کی درسی، تبلیغی اور خدمت خلق کے بے پناہ جذبے سے لبریز زندگی کے ساتھ میرا اتنا گہرا اور قریبی تعلق رہا ہے کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ جب سے آپ دارالعلوم دیوبند سے تقسیم ہند کی وجہ سے ناطہ قائم نہ رکھ سکے۔ اور اپنے گاؤں کی آبادی، مسجد میں چند طلبہ کو جو آپ کی طرح دیوبند نہ جا سکے تھے درس کا سلسلہ شروع کیا اور ساتھ ہی اسی مسجد میں فجر کی نماز کے بعد گاؤں کے لوگوں کے لیے آسان اور عام طرز تدریس میں دوبارہ قرآن شریف کا ترجمہ شروع کیا۔ تب سے میں آپ کی صحبت میں بیٹھتا رہا اور آپ کا معتمد خاص رہا یاد رہے کہ میری طالب علمی کے زمانے میں جب ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا اور آپ بحیثیت مدرس دیوبند تشریف لے گئے تھے اور مذکورہ مسجد میں گاؤں کے لوگوں کو قرآن شریف کا ترجمہ شروع کیا تھا۔ نویں تے سورۂ یوسف تک ترجمہ آپ سے پڑھا اور سمجھا تھا اس لیے لڑکپن سے آپ کا شاگرد رہا تھا نیز چونکہ میں بچپن سے شاعر تھا تو اپنی تسلی یا اصلاح کے لیے حضرت مولانا کو اپنی نظمیں بھی سناتا تھا جس پر آپ میری حوصلہ افزائی کیا کرتے تھے۔ اس لیے مولانا کے ساتھ زیادہ قرب اور اعتماد پیدا ہو گیا تھا اس بنا پر مجھے آپ کی علمی، تدریسی، تبلیغی اور اصلاحی مصروفیتوں اور اس میں حسنِ تدبر، حسن خلق، حسنِ سلوک اور حسنِ کلام۔ بلند حوصلگی دریادلی، محنتِ شاقہ، رضائے خداوندی، خدمت خلق۔ عزم، ارادہ، توکل علی اللہ۔ بے نیازی اور قوت فیصلہ کے بہت سے پہلو، واقعات اور مثالیں معلوم ہیں۔ میں اس تھوڑے وقت میں جبکہ مجھ سے ان کی زندگی پر کچھ لکھنے اور بہت جلدی میں لکھنے کا تقاضا ہو رہا ہے اور میری زندگی کی مصروفیتوں میں میرے ساتھ اس وقت بہت مختصر وقت ہے اس کے بارے میں لکھنے سے قاصر ہوں۔ ارادہ ہے کہ اپنی زندگی اور تجربوں کے سلسلے میں مفصل طور پر لکھنے کا جو پروگرام ہے اس سلسلے میں میں حضرت مولانا پر کچھ وضاحت اور تفصیل سے لکھنا چاہوں گا جسے ان کا حق اور اپنا فریضہ سمجھتا ہوں۔ یہاں صرف آپ کے شاگردوں اور عقیدتمندوں، جو آپ کی یاد میں ایک علمی مجموعہ شائع کر رہے ہیں کی فہرست میں ایک ادنیٰ شاگرد اور مخلص عقیدت مند کے طور پر اپنا نام درج کرانے کی غرض سے یہ چند فقرے تحریر کر رہا ہوں۔

ایک واقعہ جو میں نہ بھول سکا یہ ہے کہ جب ہم نے پرائمری مدرسہ تعلیم القرآن کی بنیاد پہ دارالعلوم حقانیہ قائم کرنے کا اعلان کیا اور اسی شام میں پانچ روپے چندہ حضرت مولانا کو دینے آیا۔ تو آپ مسجد میں مصلے پر تشریف فرما تھے۔ جب میں نے پانچ روپے کا نوٹ ان کی خدمت میں پیش کیا۔ تو آپ نوٹ دیکھ کر چوکنے ہو گئے اور نوٹ لینے سے یہ کہتے ہوئے انکار کیا کہ مجھے چندے کے نام اور اس کے پیسے کو ہاتھ لگانے سے خوف ہوتا ہے۔ کیونکہ لوگ خدا اور دین کی خدمت کے نام پر رقم وصول کرتے ہیں اور پھر اس میں خیانت کرتے ہیں۔ جو گناہ عظیم ہے۔ اس لیے میں پاس کو ہاتھ نہیں لگاتا" میں نے نوٹ جیب میں رکھا۔ جب کچھ دیر دوسرے دوستوں نے بھی تھوڑے تھوڑے پیسے کر کے تقریباً انتیس روپے بنائے تو ہم پھر حضرت مولانا کے پاس آئے اور یہ رقم مولانا کے حضور میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہم اس چندے کو کہاں لے جائیں۔ پاس سید نور بادشاہ صاحب حاجی محمد یوسف اور حاجی امیر الٰہی بیٹھے تھے۔ سید نور بادشاہ نے رقم ہم سے لی اور حاجی محمد یوسف صاحب کو دی اور کہا کہ یہ رقم خزانچی صاحب کو پہنچانا (اس وقت مدرسہ تعلیم القرآن کے خزانچی غالباً محمد حسین صاحب تھے) کچھ وقت گزرنے کے بعد جب دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے چندہ جمع کرنے کا فیصلہ ہوا۔ تو مولانا نے تب اس کی منظوری دی کہ دارالعلوم کے خادموں سے یہ یقین دہانی کرائی کہ خواہ ایک آنہ چندہ ہو خواہ سو روپے۔ چندہ دینے والوں کو ایک رسید چندہ وصول کرنے والا دے گا۔ دوسری رسید اس وقت چندہ دہندہ کی خدمت میں مولانا کے اپنے دستخط سے دارالعلوم کے اہتمام کے دفتر سے روانہ ہو گی جب چندہ دفتر میں وصول ہو۔ اور ہر سال چندہ کی پوری تفصیل شائع ہو گی۔ جس سے چندہ دہندگان جان سکیں گے کہ ان کا چندہ وغیرہ وصول ہونے اور جس جگہ شرعی قوانین کے تحت خرچ ہونا چاہیے تھا خرچ ہوا۔ میں خود کئی سال دارالعلوم کے خدام کے دفتر میں مولانا کی قلمی معتمد خاص کی حیثیت سے کام کرتا رہا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دفتر کے نظام کی بنیادیں مولانا کی ہدایت پر رکھی اور اس وقت تک دفتر کا قلمی کام میں اور ذمہ دار

کے کام مولانا خود کرتے تھے ۔ جس وقت تک ناظم صاحب مولانا سلطان محمود صاحب دفتر کے کام سے آشنا نہ ہوچکے تھے اور میں روزنامہ "انجام" پشاور کا ایڈیٹر بن کر گاؤں سے پشاور شہر نہ گیا تھا ۔ اس اثنا میں دارالعلوم کی سالانہ آمدن ایک لاکھ روپے تک پہنچ گئی تھی تو مولانا کی ہدایت پر پہلا بجٹ میں نے بنایا ۔ اس میں اساتذہ کی تنخواہوں، مطبخ، ڈاک خرچ وغیرہ کا باقاعدہ تعین کیا اور مہتمم کے لیے دو سو روپے ماہوار کا اندازہ لگایا جب مولانا کو دکھایا ۔ تو آپ نے دوسری مدوں میں ضروری تغیر و تبدیل کے بعد مہتمم کی تنخواہ کو کاٹ دیا ۔ اور کہا کہ میں قرآن اور سنت کی خدمت کا معاوضہ نہیں لوں گا ۔ اس پر ہم لوگوں نے کہا کہ یہ آپ کا سوال نہیں ۔ مہتمم کا سوال ہے کل کوئی ایسا مہتمم بھی ہوسکتا ہے جس کی قوت لایموت کے لیے اس کے پاس کچھ نہیں ہوگا ۔ اس لیے ہم یہ رقم مقرر کرتے ہیں ۔ آپ نہیں لیتے تو نہ لیں ورنہ لے کر چندے کے طور پر دارالعلوم کو واپس کردیں ۔ مگر مولانا نہ مانے صرف یہ نہیں اس سے پہلے کافی عرصہ تک طلبہ کے لیے روٹی محلہ کے گھروں (محلہ گگے زئی خٹک جس میں مولانا کا گھر اور مسجد واقع ہے) سے جمع ہوتی تھی ۔ اور سالن (ہانڈی) مولانا کے اپنے خرچ سے ان کے گھر پکا کرتا تھا اس سلسلے میں مجھے ایک لطیفہ یاد ہے ۔ ایک دن ہم سب طالب علم دسترخوان بچھائے بیٹھے تھے اور مولانا سعدالدین قندھاری ہانڈی لانے کے لیے مولانا کے گھر گئے تھے آپ موٹے تازے بھی تھے اور مست بھی تو سالن کا بڑا دیگچہ سر پر اٹھائے ہوئے ناچ ناچ کر اور کود کود کر آرہے ہیں اس مستی میں دیگچہ اس کے سر پر ٹیڑھا ہوگیا اور اس میں سے گرم ابلتی ہوئی کافی دال اس کے چہرے، داڑھی اور سینے پر آگری جس سے اس کا چہرہ، داڑھی اور سینہ جھلس گیا اور کافی عرصہ جھلسا رہا ۔ دوسرے طلبہ ہمیشہ اس کی اس حرکت کا مذاق اڑاتے رہے ۔ اس وقت کے طلبہ اور خود مولانا سعدالدین یہ واقعہ یاد کریں گے ۔ تو یہ بھی انہیں یاد آئے گا کہ حضرت مولانا اور ان کے گھر والوں نے ابتدا میں کتنا عرصہ کس خلوص، شوق اور جانی مالی قربانی کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ کی ابتدا کی ہے ۔

حضرت مولانا کی بڑی خوبی یہ تھی کہ نہ دوسروں کو پڑھاتے تھکتے تھے اور نہ خود مطالعہ کرتے تھکتے تھے اور صرف یہ نہیں کہ درسی کتابوں میں مصروف رہتے تھے ۔ بلکہ ملک کے سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی وغیرہ حالات سے پوری طرح باخبر رہنے کے لیے کتابوں، رسالوں اور اخبارات کا مسلسل اور باقاعدہ مطالعہ اپنے اوپر لازم کئے ہوئے تھے ۔ یہاں تک کہ نماز تہجد کے بعد پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا اور رات گئے تک جاری رہتا، جب تک ہر روز کے لیے مقررہ اور لازمی لکھائی پڑھائی نہ کرتے رات کو نہ سوتے ۔ مطالعہ اور طلبہ کے لیے درس کی تیاری کا یہ عالم تھا کہ جب درس گاہ (دارالعلوم حقانیہ) اپنے گھر کے قریب سے دور موجودہ مقام پر منتقل ہوگیا تو گھر سے دارالعلوم تک پیدل جایا کرتے تھے ۔ راستہ بازار، میدان، ہمارے حجرے، گلی کوچوں اور چڑھائی اترائی سے ہو کر گزرتا تھا ۔ آپ گھر سے نکلتے ہی کتاب کھول دیتے تھے اور تمام راستے پر کتاب پڑھتے جاتے رہتے تھے ۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ اجتماعی اور اصلاحی کاموں میں خود عملاً حصہ لیا کرتے تھے ۔ ان دنوں ہمارے گاؤں کے فدائی خدمت گاروں نے (جو مدرسہ تعلیم القرآن و دارالعلوم کے خادم اور حضرت مولانا کے معتقد بھی تھے) گاؤں میں سماجی اصلاحات (معاشرتی اصلاحات) کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا ۔ اور گاؤں میں شادی بیاہ کے موقع پر ناچ گانوں کا جو غیر شرعی اور بے جا و بلا ضرورت اخراجات کا جو عام رواج تھا ۔ جو معاشرہ میں بہت سی برائیوں کی جڑ تھی کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا تھا ۔ اس کام میں مولانا صاحب گاؤں کے دوسرے سادات، شرفاء وغیرہ حصہ لیا کرتے تھے ۔ یہ سب حضرات جہاں ضرورت پڑتی کام کرتے ۔ سید نور بادشاہ آگے آگے ہوتے تھے اور ہم نوجوان لڑکوں کی ٹولی لے کر آپ کے ساتھ ہوتے تھے جہاں منت سماجت سے کام نہ نکلتا وہاں ہم زور سے کام لیا کرتے تھے ۔ ایک دفعہ رات کو میں امتحان کی تیاری میں مصروف تھا کہ محلہ باغبانان کے کچھ لوگ آئے اور مجھے کہا کہ کہاں گئے تمہارے وہ مولوی، ملک اور جرنیل وغیرہ اور کہاں گیا تمہارا وہ نور بادشاہ جب ہم غریبوں کی شادی بیاہ ہو تو یہ حضرات لاؤ لشکر لے کر آجاتے ہیں اور ہماری خوشی غم میں بدل دیتے ہیں آج محلہ قریشیان میں معتبر لوگوں کی شادی ہے اور ناچ گانا ہو رہا ہے مگر کوئی نہیں جو انہیں منع کرے ۔ اتفاقاً اس دن اصلاح کمیٹی کے فعال اراکین گاؤں میں موجود نہ تھے ۔ میں اپنے نوجوانوں کو ساتھ لے کر مولانا صاحب کے پاس گیا انہیں رات کے وقت گھر سے نکالا ۔ آپ ہمارے ساتھ ہوگئے ۔ جب ہم پہنچے تو شادی والوں نے تماشہ بند کرنے سے انکار کیا اور مقابلے پر اتر آئے مگر حضرت مولانا کو دیکھ کر خاموش ہوگئے اور ناچ گانا بجانا بند کیا ۔

ایک طرف حضرت مولانا کی تعلیمی، تدریسی، تبلیغی اور اصلاحی مصروفیتیں اتنی گھمبیر اور کثیر ہوتی تھیں جس سے کھانے پینے کے لیے وقت نکالنا بھی مشکل ہوتا تھا ۔ دوسری طرف ان مصروفیتوں کے ساتھ گاؤں اور علاقہ کے لوگوں کے ساتھ سماجی اور بھائی چارے کے تعلقات رکھنے، عوام میں مل جل کر ان کی زندگی کے واقعات میں شریک ہونے، شادی بیاہ اور فاتحہ اور جنازہ کے مواقع پر ضرور شامل ہوتے اس میں امراء اور غرباء کا کوئی فرق اور امتیاز روا نہ رکھتے تھے ۔ سب کی یکساں دلجوئی کیا کرتے تھے اور اکثر اوقات میں جنازہ خود پڑھایا کرتے تھے لیکن بسا وقت جنازہ کے دوران طلبہ کی پڑھائی کا وقت ہو جایا کرتا تھا ۔ تو مولانا اسی جگہ مقبرے ہی میں ایک طرف طلبہ کے درمیان بیٹھ کر درس شروع کر دیتے اس سے یہ بھی فائدہ ہوتا تھا ۔ کہ جنازہ میں شامل عوام بھی پاس بیٹھ کر درس سنتے اور مستفیض ہوتے تھے ۔

حضرت مولانا کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ میں سخاوت کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا ۔ اور لاچاروں کی قرض حسنہ کے ذریعے مدد بھی کیا کرتے تھے ۔ مجھے ایسی بے شمار مثالیں معلوم ہیں کہ آپ نے مفلس لوگوں کی مدد کی ہے کئی

لوگوں کو قرضہ حسنہ دیا ۔ چونکہ یہ مدد یا قرضہ آپ مخفی طور پہ دیا کرتے تھے تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بہت سا قرضہ لوگ واپس نہیں کرتے تھے ہڑپ کر جاتے تھے ۔ مگر آپ نے اپنا ہاتھ مدد یا قرضہ سے کبھی نہ روکا۔

اصلاحی اور سماجی کاموں میں آپ کا یہ کارنامہ سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے ۔ کہ ہمارے کارکن ساتھیوں اور مولانا کے عقیدت مندوں کو کو معلوم ہوا کہ بہت سی جوان لڑکیاں جو نامزد ہو چکی ہیں ۔ باپ کے گھر پہ بیٹھی رسم و رواج وغیرہ کی آگ میں جل رہی ہیں کیونکہ نہ سسرال کے پاس پیسہ ہے جو شادی کے بھاری اخراجات پورے کر سکیں اور نہ باپ کے گھر میں کچھ ہے جس سے بیٹی کی شادی کرا سکے ۔ ہم نے مولانا سے کہہ دیا ۔ آپ نے عید کے خطبے میں تقریر کرتے ہوئے اس مسئلے پر ایک موثر تقریر کی اور تقریر کے آخر میں مطالبہ کیا کہ جس کے گھر میں نامزد لڑکی ہے وہ اس کا اعلان کرے اور عید کی نماز پڑھنے کے بعد ہم گھر جانے سے پہلے ایسی نامزد لڑکیوں کو سسرال پہنچائیں گے مولانا کے اس مطالبے پر تقریباً ایک درجن اصحاب کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس اصلاحی پروگرام پر عمل کرنے کی آمادگی ظاہر کی ۔ چنانچہ ہم مولنا صاحب کے ساتھ ہو لیے اور ایسی لڑکیوں کے گھر گئے ۔ وہاں سے انہیں شادی کے کسی بھی ساز و سامان کے بغیر ان کے زیب تن لباس میں سسرال پہنچا دیا ۔ پشتون قبائلی اور سخت نازک اور روایتی سوسائٹی میں یہ کام صرف مولانا کی طرح مسلمہ زاہد و پرہیزگار ، صادق اور باعمل اور اپنے عوام کے دل و دماغ پہ حاوی مرشد کر سکتے ہیں ۔ اس میں شک نہیں کہ مولانا کو یہ مقام حاصل تھا ۔

آج کل جب میں دار العلوم حقانیہ کی وسیع عمارت ، شاندار مسجد ، منظم اور باکفایت دار الاقامہ ، کشادہ اور خوب صورت دار الحفاظ ایک جدید طرز کا نیا ہائی سکول اساتذہ کے باغیچہ نما گھر ایک اچھا مطبخ اور سینکڑوں طلبہ دیکھتا ہوں اور وہ وقت یاد کرتا ہوں کہ گاؤں کی ایک چھوٹی مسجد میں صرف ایک کمرہ اور ایک دالان جس میں مرزی کے پھٹے پرانے پوڑ (فرش) اور چودہ طلبہ کا نام دار العلوم حقانیہ تھا ۔ اور مختصر عرصہ میں یہ شاندار تبدیلی آگئی ۔ تو دل و دماغ پر یہ حقیقت روشن سے روشن تر ہو جاتی ہے کہ اس ترقی اور تعمیر ، کیفیت اور اور کمیت میں جو روح کار فرما ہے وہ حضرت مولانا کی شخصیت میں ایک طرف توکل علی اللہ ، بے نیازی ، خلوص ، دیانت ، پاکیزگی اور خدمت دین خداوندی کا بے پناہ جذبہ تھا اور دوسری طرف آپ کی انتظامی صلاحیت ، دار العلوم کے کاموں کے لیے ہمہ تن توجہ اور تعلیمی ، تدریسی اور تبلیغی میدان میں علمی تبحر گہرا مطالعہ وسیع تجربہ طلبہ کے ساتھ مشفقانہ رویہ اور مربیانہ روش اور اساتذہ کرام کے ساتھ دوستانہ اور مہربانی کا سلوک تھا ۔

ہاں ۔ اسی شاندار اور وسیع دار العلوم کے شمالی حصہ میں ایک معمولی سے عام احاطے کے اندر کچی مٹی اور ریت کی بالکل سادی قبر ، جس میں حضرت دفن ہیں ، کے سامنے کھڑا ہو جاتا ہوں ۔ تو محسوس کر لیتا ہوں کہ یہ منظر کتنا پُر قناعت ، اطمینان بخش ، روح پرور اور سبق آموز ہے ۔ ایسے ہوتے ہیں اللہ کے پیارے بندے جو ظاہری نام و نمود ، دنیاوی شان و شوکت اور نمائشی ساز و سامان سے بے نیاز ہو کر جیتے ہیں اور مر کر بھی قیمتی پتھروں اور ریشمی طلائی غلافوں کی بجائے سادہ مٹی کے انبار تلے ابدی مگر جنتی نیند سو جاتے ہیں اور اس سادگی اور بے نیازی میں ایسے روشنی کے مینار کھڑے کر لیتے ہیں ۔ جس کی روشنی اکناف عالم میں پھیلتی ہے اور اپنے ساتھ جھونپڑی سے لے کر محلات تک کو منور کرتے رہتے ہیں ؎

ستا دَ حُسن گُلونہ ڈیر دی
جولئ م تنگہ زہ بہ کُوم کُوم ٹولومہ

(ترجمہ) تیرے حُسن کے پھول بے شمار اور بے اندازہ ہیں
میری جھولی بہت تنگ ہے ۔ حیران ہوں کس کس کو چُن لوں

مردِ مسلمان

تا زیست جو تڑپا کیا ملت کی روش پر
سینے میں دھڑکتا رہا جس کے دل بیدار
جو ختم نبوت کا تھا پروانہ و شیدا
ناموس محمدؐ کا جو تھا دل سے فدا کار
لاریب جو تھا قوم کا اِک مردِ مجاہد
واللہ جو تھا وقت کا اِک غازی کردار
جو حق کے لیے سر سے کفن باندھ کے نکلا
جو ظلمتِ باطل سے رہا برسرِ پیکار
اقبال کے افکار کا تھا "مردِ مسلمان"
تھا ملت بیضا کے جوانوں کا نگہ دار
ٹھوکر پہ رہی اسکی زمانے کی خدائی
واللہ وہ تھا ایسا غلام شہہ ابرار
اللہ سے یہ حافظ محزون کی دعا ہے
تربت پہ رہے اس کی سدا بارش انوار

حافظ محمد اسحاق ۔